Fikr-o-Nasar (Islamabad) 21:1 (1983)

سفارت، مفہوم اور ذمہ داریاں

حافظ محمد یونس

سفارت

اس کا اصل سفر ہے، جس کے معنی "پردہ اٹھانے" کے ہیں۔ اور یہ اعیان کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسے

سفر العمامة عن الراس[1] الخمار عن الوجه

(اس نے سر سے پگڑی اور چہرے سے اوڑھنی اتار دی۔)

سَفَرَ لوضوحه۔ واضح کرنے کے لئے کسی چیز کو دور کر دینا جیسے:

سفرت المراة وجهها اذا كشف النقاب عن وجهها[2]

(عورت نے اپنا چہرہ کھولا جب اس نے نقاب کو اپنے چہرے سے دور کیا)

اور اسی سے ہے

سفرت بين القوم اسفر سفارة اى كشفت ما فى قلب هذا وقلب هذا لأصلح بينهم[3]۔

(میں نے لوگوں کے درمیان پردہ اٹھا دیا۔ اور سفر کیا، یعنی جو اس کے دل میں تھا اور جو اس کے دل میں تھا اس کو میں نے کھول کر رکھ دیا، تاکہ ان کے درمیان صلح کرا دوں۔)

حضرت علیؓ کے اقوال میں سے ہے انہوں نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ:

ان الناس قد استسفرونی بینک وبینھم أی جعلونی سفیرا۔ وھو الرسول المصلح بین القوم یقال سفرت بین القوم اذا سعیت بینھم فی الاصلاح[۴]۔

(لوگوں نے مجھے آپ کے اور اپنے درمیان سفیر بننے کے لئے کہا ہے، یعنی انہوں نے مجھے سفیر بنایا ہے، اور سفیر، قاصد، ایلچی وہ ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے والا ہو، کہا جاتا ہے، میں نے لوگوں کے درمیان سفر کیا۔ جبکہ میں نے ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کی۔

السفارۃ

قوم کے درمیان اصلاح یا صلح کی کوشش کرنا[۵]۔

سفارۃ

رسالت کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ جیسے پیغمبر، فرشتے اور آسمانی کتابیں لوگوں پر حقائق منکشف کرنے میں باہم شریک ہیں۔ اس لئے ان سب کو سفیر کہتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس[۶]۔

(اللہ تعالیٰ فرشتوں اور لوگوں میں سے جس کو چاہتا ہے رسول چن لیتا ہے) اور ان سے اپنی سفارت کا کام لیتا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وارسلناک للناس رسولا[۸]

(اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے)

السفیر

(الف) اس فرستادہ کو کہا جاتا ہے جو بھیجنے والے کا مقصد واضح کرتا اور فریقین سے منافرت دور کرنے

کی کوشش کرتا ہے۔[۹]

(ب) قوم کے درمیان صلح کرانے والا، اس اعتبار سے کہ وہ دونوں فریقوں کے دل کی بات کو باہر نکال کر معاملہ صاف کرا دیتا ہے۔[۱۰]

(ج) حکومت کا نمائندہ جو کسی دوسری حکومت کے صدر مقام میں سکونت پذیر۔ اس کو اپنے ملک کی طرف سے مکمل اختیارات ہوتے ہیں کہ اہم معاملات میں دوسری حکومت سے گفت وشنید کرے۔ اس کو وہاں کے بادشاہ یا صدر مملکت سے ملاقات کا حق رہتا ہے، جس ملک میں وہ مقیم ہوتا ہے وہاں کے قوانین سے وہ اور اس کے عملہ کار کان بالاتر سمجھے جاتے ہیں۔[۱۱]

ترکی زبان میں سفیر کی وضاحت

۱۔ **سفیر**۔ ترکی زبان میں ایلچی کو کہتے ہیں، یہ ایلچی خواہ کسی علاقے کی طرف سے ہو، اقوام کی طرف سے ہو، یا کسی حکومت کی طرف سے۔ اور اس میں جملہ پیشہ وارانہ صلاحیتیں موجود ہوں۔[۱۲]

۲۔ ترکی کی بعض کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایلچی کا معنی "حکمران" بھی ہے یا "حکمران کے خصوصی امتیازات سے نوازنا" تاہم عہد اوّل سے تواتر کے ساتھ اس کے معنی "سفیر" یا "قاصد" ہی کے ہیں۔[۱۳]

۳۔ بسا اوقات اس کے معنی خفیہ دستاویز بھی لے گئے ہیں اور مذہبی خیالات کی عکاسی کرنے والا بھی لیا گیا ہے۔[۱۴]

السفرۃ: اس سے مراد تحریر بھی ہے لسان العرب میں ہے

السفرۃ کتبۃ الملائکۃ الذین یحصون الاعمال[۱۵]

(ان فرشتوں کی تحریر جو اعمال کا اندراج کرتے ہیں)

ابن عرفۃ کہتے ہیں:

سمیت الملائکۃ سفرۃ لانھم یسفرون بین اللہ وبین انبیاءہم[۱۶]

(فرشتوں کو اس لئے سفرہ کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے نبیوں کے درمیان سفر کرتے ہیں)

ابو بکر کہتے ہیں

" سموا سفرة لانهم ينزلون بوحی اللہ وباذنه وما يقع به الصلاح
بين الناس۔ فشبهوا بالسفراء الذين يصلحون بين الرجلين فيصلح شانهما "[17]

(فرشتوں کو "سفرہ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے اس کی وحی اور لوگوں کے درمیان اصلاح پذیر باتیں لے کر نازل ہوتے ہیں۔ ان کو سفیروں کے ساتھ بھی مشابہت ہے جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے ہیں، تو ان کا معاملہ درست ہو جاتا ہے۔)

اس سے مراد[18] وہ فرشتے بھی ہیں جنہیں دوسری جگہ کراماً کاتبین[19] (عالی قدر لکھنے والے) کہا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

بایدی سفرة کرام بررة[20]

(ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں کہ وہ بزرگ اور نیک کردار ہیں)

السفر:

اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں حقائق کا بیان ہو گویا وہ حقائق کو بے نقاب کرتی ہے اس کی جمع اسفار آتی ہے (یعنی کتابیں) جیسے قرآن مجید میں ہے۔

"کمثل الحمار یحمل اسفارا"[21]

(ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہوں)

سفارت

یہ اس قسم کی خدمت تھی کہ جب اہل قریش کسی دوسرے عربی قبیلہ سے جنگ کرتے اور اس سے صلح کی گفتگو کرنا چاہتے تو کسی سفیر کو بھیجتے تھے اور اگر کوئی خاندان کسی قسم کا فخر جتانے کے ساتھ ان سے منافرت کرتا تو سفیر ہی کو منافر بناتے اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں قریش کے سب سے آخری

سفیر حضرت عمرؓ بن خطاب تھے جو اسلام لانے تک [۲۳] اس عہدے پہ مامور رہے۔

سفارتی شعبہ

کسی ملک کی حکومت میں سول سروس کے اس شعبہ کا نام جس کا منصب دوسرے ملکوں کی برسرِاقتدار حکومتوں سے دوستانہ تعلقات استوار کرنا ہوتا ہے۔ [۲۴]

مستقل سفارتی ادارہ

پہلے صنعتی انقلاب سے مادی ترقی کے تمام شعبے متاثر ہوئے وہ مواصلات کے ساتھ نقل و حمل کے ذرائع بھی بہتر سے بہتر ہو گئے جس سے معاشرتی زندگی میں جمود ختم ہو کر رہ گیا۔ ریاستوں اور قوموں کے رابطہ کی سہولتیں عام ہو گئیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نئے معاشی تقاضوں نے نت نئے مسائل پیدا کر دیئے۔ آئے دن مفادات کے ٹکراؤ سے جو مسائل سامنے آتے تھے۔ ان کے حل کے تمام ممکنہ طریقوں کو بروئے کار لایا جانے لگا۔ ظاہر ہے فنِ سفارت میں بھی وسعت پیدا ہوئی اور یہ ہر ریاست کا مستقل ادارہ بن گیا۔ [۲۴]

سفارت کی متعدد اصطلاحات

۱۔ ایلچی: عثمانی ترکوں کے زمانے میں ایلچی ایک عام لفظ ہو گیا جو انگریزی میں "AMBASSADOR" اور عربی اصطلاح میں "سفیر" کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ [۲۵]

۲۔ ڈپلومیسی

سفارت کو انگریزی زبان میں "DIPLOMACY" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے معنی

"THE MANAGEMENT OF INTERNATIONAL RELATIONS BY NEGOTTATION" [۲۶]

(۱) ڈپلومیسی گفت و شنید کے ذریعے بین الاقوامی تعلقات کا طریقہ کار ہے)

(۲) المنار میں ڈپلومیسی کے بارے میں لکھا ہے:-

ڈبلوماسیہ تلطف وکیاسۃ (فی معاملۃ الناس) حسن التأنی [۲۷]

(لوگوں کے معاملے میں عقل مندی اور مہربانی کا اظہار کرنا عمدہ طریق سے ملنا)

۳۔ AMERICAN PEOPLES ENCYCLOPEDIA نے ڈپلومیسی کا معنی یوں لکھا ہے :۔

"Diplomacy the art of conducting the intercourse and adjusting the mutual relations of nations".[۲۸]

(ڈپلومیسی اقوام کے آپس میں باہمی معاملات کے تعلقات کا ایک فن ہے)

۴۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے :

"A little examination will show that Diplomacy through closely associated with international law is a separate sphere of intellectual exertion".[۲۹]

(ایک مختصر تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ ڈپلومیسی کا اگرچہ بین الاقوامی قانون کے ساتھ بہت قریبی رابطہ ہے، تاہم وہ ایک ذہنی کاوش کی الگ الگ شکل ہے)

۵۔ "ریاستوں کے درمیان جنگ کے بجائے باہمی گفت وشنید کے ذریعہ معاملات کو طے کرنے کے طریقہ کار کو ڈپلومیسی کہا جانے لگا"۔[۳۰] لیکن ابتدائی طور پر اس میں یہ خامی تھی کہ یہ خفیہ معاہدوں، خفیہ اتحاد و جارحیت کے غیر ذمہ دارانہ بلکہ دھوکہ دہی کے خطوط پر چلایا گیا جس سے اس لفظ کو بین الاقوامی تعلقات میں ایک خاص مدت تک اچھے معنوں میں استعمال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس کو دھوکہ دہی کا علم کہا جاتا تھا اور اٹھارویں صدی تک سفیر کو ایک دیانتدار کاذب سمجھا جاتا تھا جو اپنی ریاست کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے۔[۳۱] لیکن آہستہ آہستہ کھلی گفت وشنید واضح شرائط کی بنیاد پر معاہدات و اتحاد کے طریقوں نے

ڈپلومیسی کو ترقی دے کر آج کے حالات میں ریاستوں کے درمیان تعلقات میں ایک خاص مقام دے دیا ہے اور عملاً سیاسی نظام میں اب اس لفظ کو مخصوص اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔[۳۲]

ڈپلومیسی کا لفظ کب استعمال کیا گیا؟

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے۔

"The word diplomacy was first used in English so late on 1796 by Burke."[۳۳]

(انگریزی میں ڈپلومیسی کا لفظ سب سے پہلے ۱۷۹۶ء میں برک نے استعمال کیا تھا:)

سفارت اور ڈپلومیسی دونوں ایک ہیں

تاج العروس نے سفارت کا معنیٰ "قوم کے درمیان اصلاح یا صلح کی کوشش کرنا" اور سفیر کو "قوم کے درمیان صلح کرانے والا یعنی" دونوں فریقوں کے دل کی بات کو باہر نکال کر معاملہ کو صاف کرا دیتا ہے[۳۴] بیان کیا ہے۔ تقریباً اسی سے ملتا جلتا معنیٰ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں DIPLOMACY کا لکھا گیا ہے، یعنی ڈپلومیسی گفت و شنید کے ذریعہ بین الاقوامی تعلقات کا طریقہ کار ہے[۳۵] یا وہ طریقہ کار جس کے تحت ریاستوں کے درمیان تعلقات قائم کئے اور برقرار رکھے جاتے ہیں وہ طریقہ کار جو سفیر یا سفارتی نمائندے معاملات میں فنی طور پر استعمال میں لاتے ہیں وغیرہ۔[۳۶]

کئی سال پہلے برطانوی سفیروں کی راہنمائی کے لئے آرنسٹ اسٹو نے ایک کتاب "GUIDE TO DIPLOMATIC PRACTICE" لکھی تھی۔ جو عرصہ دراز تک سفارتی برطانوی عملہ میں مقدس حیثیت رکھتی تھی۔ آرنسٹ نے لکھا ہے:-

"ڈپلومیسی ذہانت اور مہارت کے اس استعمال کو کہتے ہیں جو ریاستوں کی حکومتوں کے مابین سرکاری تعلقات کے معاملے میں عمل میں لائی جاتی ہیں۔"[۳۷]

ڈپلومیسی کے مفہوم کے معاملے میں بعض ماہرین اکثر خارجہ پالیسی کو بھی اس میں ملا لیتے ہیں، حالانکہ خارجہ پالیسی ریاستوں کے درمیان تعلقات کا متبادل ہوتی ہے جبکہ ڈپلومیسی دراصل وہ طریقہ کار ہے جو اس پالیسی پر عمل درآمد کے لئے جاری رہتا ہے۔[۳۸]

خارجہ پالیسی ریاست کے ذمہ دار افراد بلکہ حکمران بناتے ہیں اور اس پر عمل ڈپلومیسی کے ذریعے ہوتا ہے۔ تاہم خارجہ پالیسی کے طور پر ڈپلومیسی کا مقصد ملکی سالمیت کا تحفظ پُرامن ذرائع سے کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اگر جنگ ناگزیر ہو جائے تو یہ قومی قوت میں معاون ثابت ہوتی ہے جس کی مثال دونوں جنگوں کے دوران طریقہ کار سے لی جا سکتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے کہ سفارت اور ڈپلومیسی تقریباً ہم معنی ہیں۔

سفارت کی اہمیت و ضرورت

سفارت کا عہدہ ایام قدیم سے چلا آرہا ہے یعنی جب سے تہذیب و ثقافت اور ریاستی امور و قوانین وضع کئے گئے ہیں اس عہدہ کا پھریرا قصرِ سیاست پر پوری آب و تاب سے لہرا رہا ہے۔ یونانی، رومی، ایرانی اور چینی سیاسیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں عہدہ سفارت موجود تھا۔ زمانہ جاہلیت میں جب عرب معاشرتی لحاظ سے مختلف گروہوں، جماعتوں اور قبیلوں میں منقسم رہے اور ان میں صدیوں پرانی رقابتیں اور دشمنیاں چلی آرہی تھیں، تب بھی وہ اصلاح احوال اور حل تنازعات کے لئے سفارت پر یقین رکھتے تھے۔ اور اپنے قبیلے سے سفارت کے لیے اس شخص کا انتخاب کرتے جو طلاقت لسان، فصاحت و بلاغت، ہمت و جرأت، تہور و شجاعت اور معاملہ فہمی میں یکتائے روزگار ہوتا۔ اسلام کی آمد سے پہلے سفارت کے فرائض حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے سپرد تھے۔[۳۹]

انسان ہمیشہ اپنی معاشرتی زندگی کے مفادات کے حصول کی خاطر باہمی تعاون و اتحاد کے جذبے کو فروغ دینے کے لئے کوشاں رہا ہے۔ ابتدا میں انسانی زندگی بہت محدود تھی۔ اس لیے معاشرے کا دائرہ چند نفوس اور خاندانوں پر مشتمل تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ زندگی کا یہ قافلہ قوموں کی شکل اختیار کر کے زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہو گیا۔ اور اپنے زیرِ اقتدار خطہ زمین پر تسلط قائم کر کے ریاست و

حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ زندگی کی مادی و غیر مادی ضروریات کی تکمیل میں جب وسائل اس خطہ میں پورے طور پر میسر نہ آئے تو اپنی حدود کے باہر بھی ان کے حصول کی کوششیں شروع کی گئیں جس سے بہرحال دوسری قوموں اور ریاستوں پر اثر ناگزیر تھا۔ اس لئے مفادات کے اس ٹکراؤ نے تنازعات کھڑے کئے۔ رنجشوں میں اضافہ کیا، اختلافات کو ہوا دے کر دشمنوں میں شدت پیدا کی۔ لڑائی جھگڑوں سے معاملے مکمل جنگوں کی شکل اختیار کرتے رہے۔ قوت کے استعمال کی تباہی کے نتائج سے سبق حاصل کر کے انسان نے "کچھ لو اور کچھ دو کے طریقہ" کار کو جنم دیا۔ اور اختلافات کی بنیاد بننے والے وسائل و مفادات میدان جنگ کے علاوہ گفت و شنید کے ذریعہ بھی طے کئے جانے لگے۔ معاہدات میں شرائط طے ہوتی رہیں۔ اور یہ احساس ہر آن ترقی پذیر رہا کہ مفادات کے حصول میں حق، ضرورت اور اعتدال کی راہوں کو اپنائے بغیر زندگی کا یہ نظام نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ہی ترقی کر سکتا ہے۔

ہم جب انسانی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ریاستوں اور حکومتوں کے اختلافات کی وجوہات، ان کی شدت اور ان کا ردِ عمل، قوت اور عدم قوت دونوں صورتوں میں نظر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قبائل کے اختلافات سے جو جنگ شروع ہوئی تھی، وہ سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں جارحانہ و پرامن مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچی ہے۔

ہمارے سامنے بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی ایک ریاست نے اپنے مفادات کے حصول کی خاطر دوسری ریاست پر جنگ مسلط کر دی یا دورانِ جنگ بھی ایسے مواقع آئے کہ جنگ بند کرنے کے لئے باہمی شرائط پر اتفاق ہو سکے۔ یا جنگ کے بعد ہارنے اور جیتنے والوں کے درمیان معاملات کا واضح تعین کرنے کے لئے شرائط طے کی جا سکیں۔ ان تمام صورتوں میں گفت و شنید کی خاطر بعض افراد کو بحیثیت نمائندہ اور سفیر دوسرے حکمرانوں کے پاس بھیجا جاتا تھا جن کو نہ صرف ہر قسم کا تحفظ حاصل ہوتا تھا بلکہ انہیں بہت سی مراعات بھی دی جاتی تھیں۔ یہ سفیر اور پیغام رساں مسلمہ ذہانت اور مہارت تامہ کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ اعتماد بھی ہوتے تھے۔ انہیں اپنی حکومتوں کی طرف

سے ہر قسم کے اختلافی معاملات کو نپٹانے اور مفادات کے حصول کی خاطر طریقۂ کار پر بات چیت کرنے کا کلی اختیار حاصل ہوتا تھا۔[۴۰] تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ ان مخصوص افراد کو ریاستوں کے درمیان اختلافات کے تقاضوں کے پیش نظر امن اور جنگ کی صورت میں معاملات طے کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا اس کی مثالیں قدیم یونان کی شہری ریاستوں میں تعلقات کے دوران، قدیم ہندوستان، چین اور مصر کی بادشاہتوں سے دوسرے ممالک کے روابط کے دوران اور رومی سلطنت سے دوسری ہم عصر حکومتوں کے تعلقات وغیرہ کے دوران ملتی ہیں۔[۴۱]

رومیوں نے تو ایسے معاملات طے کرنے کے لئے مذہبی راہنماؤں کی ایک جماعت مخصوص کر رکھی تھی جو صلح و امن کی شرائط طے کرتی تھی۔ اسلامی ریاست[۴۲] کے ابتدائی دور میں خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دوسری ریاستوں سے معاملات طے کرنے کے لئے نمائندے بھیجے جاتے تھے اور دوسری ریاستوں کے نمائندوں کو اپنے ہاں مدعو کیا جاتا تھا۔ معاہدات کی شرائط طے کرنے میں دونوں طرف سے ان نمائندوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط طے کرنے کا معاملہ اس کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے۔[۴۳] بہر حال یہی نمائندے آگے چل کر سفیر کہلائے۔ انہی کی بدولت ریاستوں کے درمیان تعلقات کو ایک مؤثر ذریعہ تسلیم کر لیا گیا۔[۴۴]

قرونِ وسطیٰ میں یورپ میں کلیسا اور بادشاہت کے درمیان اقتدار کی کشمکش کی طویل جنگ جاری تھی اس وقت اگرچہ مذہبی اور اعتقادی جنون نے مصلحت کی راہوں میں جذباتیت کو داخل کر دیا تھا لیکن پھر بھی سفیروں کی آمد و رفت برابر جاری رہی۔ اس سلسلے میں خاص بات یہ ہے کہ چونکہ زمانہ قدیم اور عہد وسطیٰ میں آمد و رفت کے ذرائع محدود تھے اور مواصلات کا نظام بالکل فرسودہ بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا اس لئے اس طرح کے سفیروں کی ضرورت صرف کسی تنازعہ کی صورت میں پیش آتی تھی۔ یا زیادہ سے زیادہ امن کے زمانہ میں خیر سگالی کا جذبہ ابھارنے کے لئے ایسے لوگ تحفے تحائف وغیرہ دے کر بھیجے

جاتے تھے۔ لیکن ان کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی تھی۔

سفارت کے مختلف ادوار

ارتقاء: قرنِ اوّل میں عثمانی بادشاہوں نے خیر سگالی اور گفت وشنید کے جذبے کے تحت دوسرے مسلمان بادشاہوں کے ساتھ خاص مواقع کے لحاظ سے آپس میں سفارتی مشنوں کا تبادلہ کیا۔ ان مسلمان ممالک میں اناطولیہ، مصر، مراکش، ایران، ہند اور مشرقِ وسطیٰ شامل تھے۔[۴۵]

عثمانی بادشاہوں کا خیال تھا کہ سولھویں صدی سے ابھرتے ہوئے یورپ کے ساتھ سفارتخانوں کا قیام عمل میں لاکر مستقل سفراء کے ذریعے مسلسل سفارتی تعلقات کا تجربہ کیا جائے اور یورپی ریاستوں اور استنبول میں مستقل مشنری ادارے قائم کئے جائیں۔ تاہم عثمانی حکومت نے اس اسکیم کو مؤثر بنانے کے لئے اٹھارویں صدی کے خاتمے تک کوئی توجہ نہ دی اور صرف یورپی طاقتوں کے معاہدہ کی مضبوطی اور استنبول میں خارجی مشنوں کے بارہ میں مراسلت ہی کو کافی سمجھا گیا۔[۴۶]

۱۷۹۲ء میں سلیم ثالث نے یورپ میں مستقل طور پر سکونتی سفارت خانے قائم کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ سب سے پہلا سفارت خانہ ۱۷۹۳ء میں لندن میں کھولا گیا۔ اس کے بعد ویآنا، برلن اور پیرس میں بھی سفارت خانے کھولے گئے۔ لیکن جلد ہی یہ سفارت خانے یونانی افسروں کے چارج میں چلے گئے۔ اور ۱۸۲۱ء میں یونانی جنگ آزادی کے خاتمے پر بالکل بند کردیئے گئے۔[۴۷]

۱۸۳۰ء میں لندن، پیرس، ویآنا اور برلن میں سفیر بھیج کر مستقل سفارت خانے کھولنے کا ایک نیا قدم اٹھایا گیا۔ ۱۸۴۹ء کو تہران اور ۱۸۶۷ء کو واشنگٹن امریکہ میں مزید سکونتی مشن قائم کئے گئے اور وزارتِ خارجہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔[۴۸]

عہدِ قدیم میں سفارت/ڈپلومیسی کے مقاصد

عہدِ قدیم میں سفیروں کا مقصد صرف نامہ و پیام پہنچانا ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ ہر بات کو اسی

پیغام میں ظاہر کردیں، بلکہ سفارت میں کئی مقاصد پیش نظر ہوتے تھے۔

راستوں کے نشیب وفراز سے باخبر ہونا

سفیروں کے ذریعہ اس ملک کے راستوں کے نشیب وفراز سے آگاہی، ان کے پس منظر، دریاؤں، پہاڑوں، میدانی علاقوں، چراگاہوں اور پانی کے حصول کے ذرائع سے باخبر ہونا وغیرہ شامل ہوتا تھا۔[۴۹]

جغرافیائی حالات سے آگاہی

سفیروں کو یہ ہدایت بھی کی جاتی تھی کہ وہ جس ملک میں سفیر بن گئے ہیں، وہاں کے جغرافیائی حالات کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کریں اور یہ بھی معلوم کرلیں کہ کن کن علاقوں میں دریا، صحرا اور پہاڑ رکاوٹ بنتے ہیں اور فوجیں اُتارنے کے لئے کون کون سے مقامات موزوں اور مناسب ہیں۔ جانوروں کے لئے چارہ کہاں دستیاب ہوسکتا ہے۔[۵۰]

فوجی انتظامات کا جائزہ

سفیروں کے ذریعہ فوج کی تعداد، اسلحہ کے ذخائر، اس کی فراہمی کے انتظامات اور پولیس چوکیوں وغیرہ کی پوزیشن کا جائزہ بھی مقصود ہوتا تھا۔[۵۱]

سربراہ مملکت کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا۔

سفیر بھیجنے کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ سربراہ مملکت کے اخلاق کس قسم کے ہیں، وہ فیاضیاں اور سخاوتیں کس نوعیت کی کرتا ہے۔ اس کی ضیافتوں اور اس کے دربار کا کیا حال ہے نشستوں کی ترتیب کیا ہے، شکار اور کھیلوں کے معاملے میں اس کے جذبات کیسے ہیں۔

کیا دوسروں کی بات سننے اور سمجھنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔ ظلم اور انصاف کے معاملہ میں وہ کیسا ہے۔

سفیر کا یہ فرض بھی ہوتا تھا کہ وہ معلوم کرے کہ بادشاہ بوڑھا ہے یا

جوان، جاہل ہے یا عالم، نیز اس کی مملکت آباد ہے یا ویران، اس کی فوج میں ابتری اور بے اطمینانی تو نہیں پائی جاتی، اس کے سپہ سالار تجربہ کار ہیں یا خود غرض، رعایا کا معیار زندگی بلند ہے یا پست

حاکم بیدار مغز ہے یا غفلت کیش، بخیل ہے یا فیاض، اس کے مشیر اور امیر و وزیر لائق اور قابل ہیں یا خود غرض اور نااہل۔

وہ خود ایماندار اور اعلیٰ کردار کا مالک ہے یا نہیں، اس کے حاشیہ بردار عالم فاضل اور سیاسی سوجھ بوجھ کے حامل ہیں یا نہیں۔

اسے کون کون سی چیزیں پسند ہیں اور کن چیزوں کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ مے خواری میں وہ کھل جاتے ہیں یا اُن کی طبیعت ایسے موقعوں پر قابو میں رہتی ہے۔

ان حاکموں میں مروت اور بزرگانہ شفقت پائی جاتی ہے یا بالکل غافل ہیں، سنجیدگی اور متانت انہیں پسند ہے یا لطیفہ اور بذلہ سنجی۔

ان تمام معلومات کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر کبھی یہ فیصلہ ہو جائے کہ جس ملک میں سفیر گیا ہے، وہاں کے سربراہ کو زیر کیا جائے یا اس سے جنگ کی جائے۔ یا اس کے راز فاش کئے جائیں تو وہاں کے حالات سے کلی طور پر واقفیت ہونے کی بنا پر ان مقاصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوگی۔ اچھی بری سبھی باتیں پیش نظر رہیں گی اور وہی کیا جائے گا جو ضروری ہوگا۔[۵۴]

ان تمام امور سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عہد قدیم میں ایک سفیر کی معرفت کتنی معلومات حاصل کی جاتی تھیں۔ اور سفیر کو کس قدر اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا پڑتا تھا۔

سفیر کی خصوصیات

سفیر چونکہ نہایت ہی ذمہ دار اور اہم شخص ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے تقرر کے سلسلے میں بہت ہی زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ سفارت اور ایلچی گری کے لئے ایک ایسا شخص چاہیئے جو بادشاہوں کی

صحبتوں میں بیٹھ چکا ہو، گفتگو میں دلیر، بات کا دھنی اور کم گو ہو۔

کافی سیاحت کر چکا ہو، ہر علم و فن سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہو، ذہین اور تیز حافظہ ہو، اس کی نظر ماضی پر ہو، اور اس کی شخصیت پرکشش اور جاذب نظر ہو، اگر ان خوبیوں کے علاوہ سفیر عمر رسیدہ اور عالم بھی ہو تو کیا کہنے۔

اگر سربراہ مملکت سفارت کے عہدہ کے لئے اپنے کسی خاص مقرب کا انتخاب کرے، تو اور زیادہ بہتر ہو گا، کیونکہ اس پر کلی اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکے گا، شہسوار، بہادر اور سپاہی قسم کا اگر سفیر ہو گا تو اس سے دوسرے ملک کے لوگوں پر اچھا اثر پڑے گا۔ وہ خیال کریں گے کہ ان کے ملک کے سبھی لوگ ایسے نڈر اور بہادر ہیں۔

سفیر اگر اونچے گھرانے سے تعلق رکھتا ہو گا تو اس کی خاندانی وجاہت بھی اس کی عزت افزائی کا باعث بنے گی۔[۵۴]

سفیر مختلف زبانوں کا ماہر ہونا چاہئے تاکہ سفارت کے حق کو پوری طرح ادا کر سکے اور جس ملک میں سفارتی مشن پر جائے تو وہاں کی زبانوں سے آگاہ ہو۔ تاکہ ان کی اپنی زبان میں باشندوں تک اصل بات پہنچا سکے۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں۔

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے یہود کا رسم الخط سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

"مجھے یہود کی کسی تحریر پر اعتماد نہیں ہے اس لئے ان کی زبانیں بھی سیکھو اور رسم الخط بھی۔"

سنن ابی داؤد کی روایت ہے۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ ان سے حضورؐ نے فرمایا،

"میرے پاس ایسے خطوط بھی آتے ہیں جن کے متعلق میں پسند نہیں کرتا کہ انہیں ہر کوئی پڑھ لے۔ تو کیا تم سریانی یا عبرانی زبان سیکھ سکتے ہو، میں نے عرض کیا کہ ہاں سیکھ سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ۱۷ دن میں

وہ زبان سیکھ لی۔[۵۴]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حکمران کی طرف اپنا سفیر بھیجتے وقت اس بات کا خاص اہتمام کیا اور ایسے ایلچی کا انتخاب فرمایا۔ جو اس کے مرتبہ و حیثیت کے مطابق گفتگو کر سکے اور وہاں کی قومی زبان نیز ملک کے حالات سے واقف ہو۔[۵۵]

سفیروں کا انتخاب

ابتداً سفیروں کا انتخاب محلاتی محافظوں کے دستوں سے کیا جاتا تھا۔ بعد میں حکومت کے اہل کاروں اور علماء کی جماعت سے کیا جانے لگا۔ شروع میں ان کے گریڈ اور ملازمت کے بارے میں غیر یقینی تھی۔ انیسویں صدی میں یورپین سفارتی اصطلاحات وضع کی گئیں اور وزارتوں اور مشنوں کی تکمیل کر کے ان کے سربراہ بھی مقرر کئے گئے۔ تو درجہ بندی کر دی گئی۔[۵۶]

سفیر کے فرائض و ذمہ داریاں

سفیر کے حسب ذیل فرائض ہیں جنہیں حسن و خوبی سے نبھانا اور ذمہ داری سے انجام دینا اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے،

۱۔ سفیر حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے جس کو اپنے ملک کی طرف سے مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں اس کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنی حکومت کے اہم معاملات کے بارے میں دوسری حکومت سے گفت و شنید کرے اور وہاں کے سربراہ مملکت سے وقتاً فوقتاً ملاقات کر کے اپنی مملکت کے لئے حقوق و فرائض کا تحفظ کرے۔[۵۷]

۲۔ سفیر کا معنی چونکہ لوگوں کے درمیان پردہ اٹھانا بھی آتا ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ حکومتوں کی رنجشوں کو دور کرنے کے لئے ان کے سامنے صاف اور واضح حقائق کھول کر رکھ دے تاکہ ان کے درمیان صلح ہو جائے۔[۵۸]

۳۔ سفیر کا ایک فرض قوم کے درمیان اصلاح یا صلح کی کوشش کرنا بھی ہے۔[۵۹] جیسے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ لوگوں نے مجھے آپ کے اور اپنے درمیان سفیر بننے کے لئے کہا ہے یعنی انہوں نے مجھے سفیر بنایا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان صلح کرا دوں۔[۶۰]

۴۔ سفیر کا ایک معنیٰ مذہبی خیالات کی عکاسی کرنے والا بھی بتایا گیا ہے،[61] اس لحاظ سے سفیر کے خوشگوار فریضہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ اپنے مذہبی خیالات کی عکاسی کرنے میں پوری تندہی سے کام لے کیونکہ دوسری حکومتوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ وہاں تبلیغی اور سفارتی مشن قائم کر کے اسلامی روایات اور عقائد کی ترویج کی جائے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ سفیر میں مذہبی رجحانات اور دینی خیالات بدرجہ اتم موجود ہوں اور وہ اپنی دلچسپی کا اظہار بھی کرتا رہے، اور اس قسم کے عملی نمونے اور تاثرات چھوڑے کہ لوگ خود بخود اسلام کی صداقت اور حقانیت کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

۵۔ سفیر کے فرائض منصبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اپنے ملک کے سربراہ کو ہر لحظہ بدلتے ہوئے حالات سے باخبر رکھے اور اپنی کارکردگی کی رپورٹ باقاعدہ ارسال کرتا رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفیر سے خصوصیت کے ساتھ حسن کارکردگی کی رپورٹ طلب فرمایا کرتے تھے۔[62]

حوالہ جات

۱۔ الراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن تحقیق محمد سعید کیلانی مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر ۱۹۶۱ء ص ۲۳۳۔

۲۔ ابوالفضل محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری، لسان العرب، مطبع دار بیروت، ۱۹۵۵ء، جلد ۴ ص ۳۷

۳۔ ایضاً

۴۔ لسان العرب "سفارۃ" مطبع بیروت ۱۹۵۵ء، جلد ۴، ص ۳۵

۵۔ السید محمد مرتضیٰ الحسینی، تاج العروس، مطبع حکومت الکویت، کویت ۱۹۷۳ء جلد ۱۲

ص ۱۴ ، لفظ "سفر"

۶- المفردات فی غریب القرآن، مطبع مصطفیٰ البابی بمصر ۱۹۶۱، ص ۲۳۳ -

۷- القرآن الحکیم ۲۲ : ۵۰

۸- القرآن الحکیم ۴ - ۶۹

۹- المفردات فی غریب القرآن مطبع مصطفیٰ البابی بمصر ۱۹۶۱ء، ص ۲۳۴

۱۰- الحسینی محمد مرتضیٰ تاج العروس، مطبع کویت ۱۹۷۳ء، جلد ۱۲ ، ص ۱۴

۱۱- "The Encyclopedia Amercicana by Americana corporation, printed in the U.S.A, 1961 Edition, vol. 1 (A-ANNUALS), Page 470 d.

۱۲- "The Encyclopedia of Islam, New Edition 1965 prepared by a number of leading Orientalists printed in the Netherland, 1965, vol 11 (C-G) P. 694, Art Elči.

۱۳- ایضاً

۱۴- ایضاً

۱۵- لسان العرب مطبع دار بیروت ۱۹۵۵، بیروت جلد ۴ ، ص ۳۷۰

۱۶- ابن منظور لسان العرب ایضاً

۱۷- ابن منظور لسان العرب ایضاً

۱۸- الراغب الاصفہانی المفردات فی غریب القرآن مطبع البابی بمصر ۱۹۶۱ء، ص ۲۳۴

۱۹- القرآن الحکیم ، ۸۲ : ۱۱

۲۰- القرآن الحکیم ۸ : ۱۵ ، ۱۶

۲۱- ایضاً ، ۴۲ : ۵

۲۲- ابن عبدالبر، الاستیعاب ، مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۳۶م ، جلد دوم، ص ۴۱۵
باب عمر بن الخطاب

۲۳- W. Dill, American people Encyclopedia (1910) vol. 7, p. 125, Diplomatic service.

۲۴- The Encyclopedia of Islam vol. II (C-G) P. 694, Art, Elči.

۲۵- The Encyclopedia of Islam, New Edition 1965 vol. II (C-G) P. 694, Art, Elči.

۲۶- William Little, The shorter Oxford English Dictionary on Historical principles, Oxford Clarendon Press, Third Edition 1944, vol. 1 (A-M) P. 514, word, Diplomacy.

۲۷- Hasan S. Karmi, Al-Manar, English Arabic Dictionary printed in Beirut by color press, First published 1971, page: 175 (word Diplomacy).

۲۸- Walter Dill, Scott, The American

peoples Encyclopedia, Chicago Spencer Press INC. Printed in U.S.A. 1910 p.175 word Diplomacy.

Encyclopedia Britannica, published by -٢٩
University of Chicago, Oxford, Cambrige and London, printed in Great Britain 1951, vol. 7, p. 404, word Diplomacy

Oxford English Dictionary On Historical -٣٠
principles 1944, p. 514.

Encyclopedia Britannica p. 406 vol. 7, word Dimplog -٣١

Oxford Dictionary vol. 7, p. 406-7. -٣٢

Encyclopedia Britannica, published by -٣٣
University of Chicago, Oxford, Cambrige and London in ?Great Britain 1951 vol. 7. p. 404

٣٤- الحسيني محمد مرتضى تاج العروس، مطبع كويت ، ١٩٧٣م جلد ١٢ ص ١٤١ لفظ سفر

William Little, the Shorter Oxford English -٣٥
Dictionary, 3rd Edition, 1944 vol. 1 p. 514.

W. Dill, The American peoples Encyclopedia -٣٦
Printed in U.S.A. 1910 vol. 7, p. 125.

SATOW. S.E., A Guide to Diplomatic ٣٧

practice, Longman, New York, 1922

۳۸- ایضاً

۳۹- ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد ۱۳۳۶ھ طبع ثانی جلد دوم، ص ۴۱۵، باب عمرؓ بن الخطاب۔

۴۰- Oxford Dictionary vol. 7, p. 406, The Encyclopedia Americana, printed in U.S.A. 1961 Edition vol. 2, p. 470d.

۴۱ ہیبٹ لینڈ ڈیلوای۔ اُردو ترجمہ انصاری حمید احمد، تاریخ جمہوریہ روما، دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ۱۹۲۶ء جلد ص ۴۷، ۴۷، ۳۲، ۹۱، ۹۴، ۱۰۱، ۲۲۳

۴۲- ایضاً جلد اول، ص۔

۴۳- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان ۱۹۷۱ء، جلد سوم ص ۳۲۱ - ۳۳۳، باب امر الحدیبیۃ والصلح بین رسول اللہ وبین سہیل بن عمرو۔

۴۴- الطبری ابن جریر، تاریخ الامم والملوک مطبع الحسینیۃ المصریۃ ۱۳۳۶ھ، طبع اوّل جلد اوّل ص ۵۲۔

۴۵- The Encyclopedia of Islam, vol. II (C-G) page. 694, Art, Elči.

۴۶- ایضاً

۴۷- ایضاً

۴۸- ایضاً

۴۹- طوسی نظام الملک، سیاست نامہ بزبان فارسی، مطبع بردین وشرکائہ لجی پیرس ۱۸۹۱ء باب ۱۲ ص ۸۷

۲۱، ص ۸۶۔

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ ایضاً

۵۲۔ طوسی سیاست نامہ فارسی مطبع بروین انجی پیرس ۱۸۹۱ء باب ۲۱ ص ۸۶

۵۳۔ نظام الملک طوسی، سیاست نامہ زبان فارسی، مطبع بروین انجی پیرس ۱۸۹۱ء باب ۲۱ ص ۸۶

۵۴۔ سنن ابی داؤد، مسند ابن ابی شیبہ۔

۵۵۔ ابن سعد۔ طبقات جلد دوم۔ ص۔ ۲۳

۵۶۔ The Encyclopedia of Islam, New Edition Leiden, London, 1965, vol, 11 (C-G), p. 694.

۵۷۔ The Encyclopedia Americana Corporation U.S.A. 1961, vol. 1 page 470 d, Word Ambassador

۵۸۔ ابو الفضل ابن منظور الافریقی المصری، لسان العرب، مطبع دار بیروت ۱۹۵۵ء جلد ۴ ص ۳۷ لفظ سفر

۵۹۔ السید محمد مرتضیٰ الحسینی۔ تاج العروس مطبع حکومت الکویت، کویت ۱۹۷۳ جلد ۱۲ ص ۴۱۔ لفظ سفر

۶۰۔ لسان العرب جلد۔ ۴ ص ۳۵ لفظ "سفارۃ"۔

۶۱۔ Encyclopedia of Islam, New Edition 1965 vol. 11 (C-G) p. 694 Art, Elči.

۶۲۔ طبرانی ترغیب۔